معرکۂ بدر سے حادثۂ کربلا تک

ڈاکٹر محمد ابوبکر خانصاحب، ملیح آبادی

واقعۂ کربلا پر تیرہ سو پینتیس سال میں نہ جانے کس قدر لکھا گیا ہے، مختلف عنوانات سے تاریخ کے مستند حوالوں سے لکھنے والوں نے کسی معمولی سے معمولی گوشہ کو چھوڑا نہیں ہے، میں نے بھی اس حادثۂ روح فرسا پر کئی مقالے لکھے ہیں، جن میں سے ایک مقالہ **"اسلام اور بنی امیہ"** مطبوعات محرم ۱۳۸۵ھ ہے جس کو امامیہ مشن لکھنؤ نے کئی بار طبع کر کے عوام تک پہنچایا۔ اس کے مطالعہ سے عام مسلمان بہت مستفید ہوئے اور اکثر ایماندار شریف اور نیک نفس سنی مسلمانوں نے میری اس قلمی خدمت کو سعی مشکور قرار دے کر سراہا اور میری جرأت ایمانی کی تحسین کی اور شیعوں نے بھی میری حق گوئی پر مجھے مبارکباد دی۔ جناب حامد شبر صاحب بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔۔بی ۔سابق چیف جج سٹی سول کورٹ حیدرآباد نے اپنی کتاب کلمۃ الحق میں جو ایک ہزار ستائیس صفحات پر مشتمل ہے، میرے مقالہ اسلام اور بنی امیہ، کے متعدد حوالوں کو جزو کتاب بنایا ہے۔

میں یہ بات صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ میں ایک سنی گھرانے میں پیدا ہوا اور اسی میں میری پرورش اور تعلیم و تربیت ہوئی لیکن الحمدللہ کہ مبداء فیاض کی عطا کردہ وسیع النظری، بے باکی اور حق گوئی کو بالآخر میں نے اپنا مسلک قرار دے لیا ہے اور اسی پر باقی رہنے کا عزم بالجزم کر رکھا ہے۔

اہل اسلام جو پہلے ہی سے تین گروپوں میں منقسم تھے بعد وفات ختمی مرتبت منتشر ہو گئے۔ منافق مرتد ہو گئے۔ مسلم جتھا فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کرنے والے نو مسلم قریشیوں کے ساتھ مل گیا اور حدیثِ رسولؐ کا حوالہ دے کر کارروائی سقیفہ میں قریش کا حق ثابت کر کے حکمراں بن گیا۔ مومنین کا گروہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ کا ہم نوا و حلقہ بگوش بنا رہا۔ اس تقسیم کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے جب ہم پیغمبر اسلام کی اشاعت اسلام کے سلسلہ میں مکی زندگی پر نظر کرتے ہیں۔

حضورؐ نے غار حرا سے نکل کر اعلان و اظہار نبوت کیا تو قبائل قریش میں صرف خاندان بنی ہاشم جب تک کو سہارا ملا یا ان غریب غلاموں سے جو ملکی و غیر ملکی ہوتے ہوئے سرداران قریش کے ظلم اور زیادتی کا شکار تھے یہی حضرات حضورؐ کی تعلیم پر عمل پیرا ہوئے اور اہل قریش کے مظالم کا مزید نشانہ بنے۔ قریش میں پہلے سے ہی محترم اور مقدس گھرانا بنی ہاشم رہا ہے۔ حضورؐ اس خاندان کے ایک فرد تھے۔ بنی ہاشم فطری طور پر حضورؐ کے معاون اور مددگار ثابت ہوئے۔ اگر کسی فردِ بنی ہاشم نے مخالفت بھی کی تو وہ مخالفت برائے مخالفت تک ہی محدود رہی۔ ورنہ اس خاندان نے موافقت ہی کی، یہاں تک کہ حضورؐ کو باقی قریش جتھوں نے شعب ابو طالب میں محصور کر دیا۔ محصورین میں بنی ہاشم آپ کے ساتھ ہی رہے۔

یہ مدت تین سال بھی کسی نہ کسی طرح پوری ہو گئی۔ اب حضورؐ کے ماننے والوں اور بت پرست قریشیوں میں نزاع اس قدر بڑھ گئی کہ مکہ کی تیرہ سالہ تبلیغ و تلقین کو چھوڑ کر بحکم خدا حضورؐ نے ہجرت فرمائی۔ یہ ہجرت مکہ سے مدینہ کے لئے تھی۔ مدینہ مکہ سے جانب شمال چار سو پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ راہ میں ایک غار ہے جس کا نام ثور ہے۔ حضورؐ اس غار میں پناہ گزیں ہوئے۔ قریش کا تعاقبی دستہ غار تک پہنچ گیا، مگر اللہ کی وہ مخلوق

جس کو ہم پرند اور حشرات الارض کہتے ہیں اس نے رسولؐ خدا کی حفاظت کے لئے یہ کیا کہ جنگلی کبوتروں نے اپنے انڈے سینا شروع کر دیئے اور ننھی منی مکڑیوں نے کثیر مقدار میں جالا تان دیا جس کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو کہ غار میں کوئی آدمی داخل نہیں ہوا ہے مگر ہم جس صنف کو اشرف المخلوقات کہتے ہیں اسی کی ایک فرد یعنی حضور کے یار غار جناب ابوبکر صاحب ہیں، انہوں نے تو غضب ہی ڈھا دیا تھا وہ آمدِ کفار قریش پر گریہ و بکا کرنے لگے۔ وہ تو کہئے کہ رسول خداؐ نے ڈانٹ بتائی اور وہ خاموش ہو گئے ورنہ گرفتار ہی کرا دیا تھا۔ یہی بزرگ بعد رسولؐ خدا افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق کے لقب سے بانیان سقیفہ کی طرف سے مشہور کئے گئے۔ یہ بات کس قدر تعجب خیز ہے کہ جن اصحاب کو مسلمانوں نے بانس چڑھایا ہے اور ان کی تعریفوں کے پل باندھے ہیں خود اپنے ہی قلم سے ان کی اس قدر ہجو کی ہے کہ اگر کوئی غیر سنی مسلمان اس کا عشر عشیر بھی لکھ دیتا تو وہ قیامت تک ہدف ملامت بنا رہتا۔

قدیم مورخ ہوں یا حال کے لکھنے والے، ان میں محدث، مصنف، مورخ سب شامل ہیں، شاہ عبدالحق صاحب ہوں یا شاہ عبدالعزیز دہلوی، یہاں تک کہ کٹر سنی شبلی نعمانی صاحب کی 'سیرت النبی'، 'الفاروق' وغیرہ، غرضکہ کوئی تصنیف ایسی نہیں ہے کہ جس میں اصحاب خاص کی صحیح تصویر کشی نہ کی گئی ہو۔ اصل بات یہ ہے انسان بھول چوک کرنے والا پیدا ہی کیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اپنی جبلت اور طینت کے تقاضے کی بنا پر غلطی سے لکھ مارا ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ جب آدمی ایک بات جھوٹی گڑھ کر بیان کرتا ہے تو اس کو سچ ثابت کرنے کے لئے سیکڑوں باتیں مزید جھوٹی کہنا پڑتی ہیں۔ اکثر پھر بھی بات بنتی نہیں ہے۔ وہی کچھ حال اصحاب ثلاثہ کے بارے میں اب تک ان کے ہوا خواہ اہل قلم حضرات کا رہا ہے۔

میں اپنے قارئین سے سچ عرض کرتا ہوں کہ میں نے جو خامیاں کتب اہل سنت میں پائیں انہیں کی بنیاد پر اب تک کہ چند سطریں حوالہ قلم کر سکا ہوں، غرض کہ خالق ارض و سماء وحدہ لاشریک اللہ رب العالمین کے نمائندہ خاص باعث خلقتِ کائنات حضور محمدؐ رسول اللہ رحمت اللعالمین، یاسین وطٰہٰ خدا خدا کر کے تحریت مدینہ پہونچ گئے۔

آپ کو مدینہ آئے ابھی دو ہی سال ہوئے تھے کہ مقام بدر پر جو مدینہ سے تقریباً ایک سو پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر ہے حضور کو قریش کے گیارہ سو لشکر جرار سے نبرد آزما ہونا پڑا۔ حضور کے غلاموں کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی، نہ سلاح جنگ، نہ رسد، نہ کسی طرف سے کوئی کمک بجز خدائے قدوس کے کوئی دوسرا سہارا نہ تھا۔ زمین پر حق و باطل کا یہ معرکہ اپنی نوعیت کا عجیب و غریب واقعہ ہے۔

اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ "میں حق کو بلند کرتا ہوں" اگر حق بدر میں قریشی سرداروں کے قتل کے بعد سر بلند ہے تو یہی حق کربلا میں شہادت حسینؑ کے بعد فتح مند اور سر بلند ہے ؎

قتل حسینؑ اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

وقعہ ہٰذا سترہ ۱۷؍رمضان ۲ھ کو واقع ہوا جس میں قریشی سردار اور ان کے ہم نوا بہتر قتل ہوئے اور ستر گرفتار کر لئے گئے۔ یہ اللہ کی قدرت دیکھئے کہ بہتر کفار بدر کو تہ تیغ کرا کے اگر اسلام کو سر بلند کیا تو اس واقعہ کے انسٹھ سال بعد واقعۂ کربلا میں بہتر ہی مومنین اور خاصانِ خدا کو جامِ شہادت پلا کر اسلام وحق کو سر بلند کیا۔

قریش کو سخت ذلت ہوئی۔ جانی و مالی اور اخلاقی ہر اعتبار سے قریش پر تباہی آ گئی۔ بڑے بڑے نامور سردار مارے گئے۔ مارنے والوں میں حضرت حمزہ (عم رسولؐ) اور جناب علی مرتضیٰ برادر رسولؐ کا نام مورخین نے اول نمبر پر تحریر کیا ہے اور باقی مقتولین کو مارنے والے وہ مظلوم مہاجر تھے جو کبھی قریش کے غلام تھے اور اب اسلام اور ایمان سے بہرہ مند ہو جانے کے بعد انسانیت کے لئے مشعل راہ بنے ہوئے تھے اور ان کے ساتھی انصار مدینہ تھے۔ بس یہ معرکہ سر ہوا کہ قریش کے بچے کھچے، سردار گویا پاگل ہو گئے اور وہ منافق مسلمان جو اکثر رسول خداؐ کی

نبوت میں شک کرتے رہتے تھے، دل ہی دل میں ملول ہوئے اور بظاہر ایسے مشورے پیش کئے جو ماحول میں شدت پیدا کرنے کا باعث ہوتے۔

احد، خندق، خیبر، حنین غرض جس قدر بھی لڑائیاں رسول اسلام کولڑنا پڑیں سب کے پیچھے بدر کی ہزیمت کارفرما رہی۔

حضور پیغمبر اسلامؐ کو آٹھ سال میں ستائیس دفاعی جنگیں لڑنا پڑیں جن میں اٹھارہ سو دشمنان خدا تہ تیغ کئے گئے اور صرف ایک سو پچاس مومنین نے جام شہادت نوش فرمایا۔ مکہ فتح ہوگیا۔ یہ واقعہ ۸ھ کا ہے رحمت عالمؐ نے سب کو معافی دے دی اور سب اسلام میں داخل ہوگئے یہاں پر یہ بات سمجھ لینے کی ہے کہ اسلام میں داخلہ ایمان میں داخلہ نہیں ہے۔ ایمان کا داخلہ تو تبلیغ و تلقین سے بغیر کسی جبر کے آزاد مرضی سے ہوتا ہے۔ اس راہ میں شدائد و مصائب کا برداشت کرنا مومنین پر فرض ہے اور یہ کام ہے بھی مومنین کا لیکن ڈرکر شکست کھانے کے بعد کمزور ہوکر آنے والی فرد ہو یا گروہ، وہ حضور اور مومنین کی قائم کی ہوئی جنگی حکمت عملی اور فتح مندانہ حیثیت سے شکست خوردہ ہی تصور ہوگی۔ یہ حال قریش کا ہے بہت تلاش کے بعد ممکن ہے کہ تاریخ کسی فرد کو جو فتح مکہ کے بعد منافق و عام مسلمان اور کفار قریش اس طرح شیر و شکر ہوگئے کہ وہ اکثر مومنین باصفا پر غرّاتے نظر آتے ہیں۔ مومنین نے رسول خداؐ حضور پیغمبر آخرالزماں سے ان نوارد قریشیوں اور منافق مسلمانوں کی شکایتیں بھی کی ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایک بار حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے کچھ گستاخی خالد ابن ولید نے کی تھی جس پر حضور نبیؐ کریم نے نہایت سنجیدگی سے یہ فرمایا تھا کہ جو عمار کو حقیر سمجھے وہ ہمارے گروہ سے نہیں ہے۔

فتح مکہ کے بعد پیغمبر اسلامؐ کی ذمہ داری اور مصروفیت بہت بڑھ گئی تھی۔ اسلام میں داخل ہونے ہوالے جتھے سیاسی اور جنگی حکمت عملی کے سامنے گر گئے تھے۔ اس طرح دراصل ان کے جسم جھکے تھے، دل نہیں۔ فتح مکہ کے بعد منافق اور عام مسلمان سب مل کر ایک بہت بڑا دل بن گئے اور ان کے لیڈر اندر ہی اندر مومنین کا استیصال کرنے کی تدبیریں سوچتے رہے۔

بالآخر وصالِ حضرت خیرالوریٰؐ کے بعد ان کو موقعہ ملا۔ فتح مکہ کے بعد تقریباً ڈھائی سال رسول خداؐ نے خدا کی مرضی کے مطابق عدل اور انصاف سے اور انتہائی ایمانداری اور کامل مساوات انسانی کے تحت ایک الٰہی حکومت قائم کی آپ کی حکومت کا رقبہ عرب کے جغرافیائی رقبہ کا وہ حصہ ہے جو شمال میں رومی حکومت کے تحت نہ تھا اور شمال مشرق میں فارس کے قبضہ سے باہر تھا۔ اس طرح ساڑے اٹھارہ لاکھ مربع کلومیٹر رقبہ عرب میں پندرہ لاکھ مربع کلومیٹر رقبہ پر حضور رحمت للعالمین کا اسلامی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ ۱۱ھ کے اوائل میں حضورؐ کا وصال ہوگیا جس کے بعد منافق مرتد ہوگئے عام مسلمان سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی کے حامی اور مددگار بن گئے۔

مومنین باصفا جو خدائے واحد اور محمد الرّسول اللہ پر ایمان و یقین کامل رکھتے تھے، حضرت مولا علی ابن ابی طالب علیہ السلام جو بعد رسول خدا ملت کے امیر و ولی و سرپرست تھے ان کے حلقہ بگوش بنے رہے۔ وہ اپنے نبی کی جدائی کے غم سے نڈھال و غمگین تھے اور خانۂ بی بی فاطمہ میں بعد تجہیز و تکفین بطور تعزیت جمع ہوئے تھے کہ سقیفہ والوں نے محصور کرلیا، طرح طرح سے دھمکانے لگے اور امیرالمومنین کو ہر طرح حقیر کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ دوسری کارروائی سقیفہ والوں نے یہ کی کہ مرتدین سے لڑے اور لڑ بھڑ کر قریش کے حق کو دوبارہ قائم کردیا۔

پہلے حضور پیغمبر اسلامؐ کے مقابلہ پر ابوجہل، ابوسفیان، عتبہ، شیبہ، ربیہ، خالد اور عمر ابن العاص وغیرہ سردار قریش تھے تو اب جانشین پیغمبر حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ ابوبکر ابن ابو قحافہ، عمر ابن خطاب، عثمان ابن عفان، معاویہ ابن ابوسفیان اور عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ تھے۔ پہلے والے سرداران قریش بت پرست تھے تو آپ یہ غیریت پرست۔ یہ عجیب دلچسپ بات ہے کہ مسلمان سادات بنی ہاشم کو بزرگ ترین گروہ مانتے رہے لیکن

حکمرانی میں نہ آنے دیا۔ الغرض امیر المومنینؑ کو نیابت رسولؐ کے منصب سے پرے رکھنے والے اصحاب برابر اپنی سیاست میں کامیاب ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی اپنی سیاسی پیچیدگیوں کے سبب جب حضرت عثمان صاحب تیسرے نمبر کے امرالمسلمین قتل ہوگئے تو مدینہ کے اصحاب نے جو کسی حد تک سادہ لوح تھے حقیقی جانشین رسول امیرلمومنینؑ حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ منتخب کرلیا۔ اب کیا تھا، قیامت برپا ہوگئی۔ سقیفہ کی کارروائی کی جان ہی نکل گئی۔ اب ہر طرف سے وارثین مقتولین بدر مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ پر چڑھ دوڑے۔ جمل کی جنگ، صفین کی جنگ اور جنگِ نہروان، یہ سب جنگیں استیصال آل رسولؐ کے لئے برپا کی گئیں اور اقتدار سیاسی چھین لینے کی مکمل تدبیریں بروئے کار لائی گئیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جب ملک میں سیاسی خلفشار ہوتا ہے تو عام بدنظمی پھیل جاتی ہے۔ سیاسی وغیر سیاسی، شعوری وغیر شعوری طور پر ایسے ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ جن کا سلسلہ جوڑنا اور تال میل بٹھانا کسی مورخ کے بس میں نہیں رہتا۔ حضرت علیؑ نے جنگ جمل کے بعد مدینہ چھوڑ کر شامی لشکر پر جنگی حکمت عملی کے پیش نظر کوفہ کو اپنا مستقر بنایا اور صفین کی جنگ خلافت سے باغی امیر معاویہ کے خلاف لڑی۔ اس جنگ میں عمار ابن یاسر مشہور صحابی رسول جن کو جنتی ہونے کی سند زندگی ہی میں رسول خداؐ نے دی تھی اور کہا تھا کہ ''عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا'' جب جنگ صفین میں امیر معاویہ کے سپاہیوں نے ان کو شہید کر دیا تو باغیوں نے کہا کہ عمار کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے جو ان کو ہمارے مقابلہ میں لائے۔ واہ! کیا منطق تھی۔ یہ لڑائی کچھ منافقین اور کم عقل مسلمانوں کی وجہ سے جو حضرت کو چوتھا سیاسی خلیفہ سمجھتے تھے فیصلہ کن شکست دئے بغیر ملتوی ہوگئی جس کے بعد مسجد کوفہ میں اکیس رمضان ۴۰ھ کو عین حالت نماز میں بوقت فجر ابن ملجم ملعون نے امیر المومنینؑ کو زہر خورد تلوار سے شہید کر دیا۔ دوسرے امام عادل حضرت حسن مجتبیٰ نے دینی وسیاسی سرداری کا بار اٹھایا ہی تھا کہ بدر کے مقتولیں کے وارث سقیفہ کے پروردہ امیر شام معاویہ بن ابوسفیان ہندۂ جگر خوار کے لخت جگر عتبہ مقتول بدر کے نواسے ایک لشکر جرار لے کر مقام احواز پر خیمہ زن ہوئے حسنؑ مجتبیٰ نے شرائط سے جکڑ کر سیاسی منصب ان کے حوالے کر دیا۔ اب عمرو ابن العاص و امیر شام معاویہ و دیگر سرداران قریش نے ایک مضبوط پر جبروت اموی حکومت قائم کر دی۔ اور اپنے گروہ کا نام اہل سنت والجماعت رکھا۔ اپنی زندگی میں معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ وہ یہ بات بخوبی سمجھتے تھے کہ بنی ہاشم قبل اسلام ہی اپنے اخلاق واطوار کی بنا پر معزز تھے، اب پیغمبرؐ کے ذریعہ ان کو روحانی کمال حاصل ہوگیا۔

اگر سیاسی اقتدار بھی اس خاندان کو مل جائے تو باقی قریشی جتھے اپنی عزت کا اعلان نہ کرسکیں گے۔ بدر کی ہزیمت کے بعد قریش نے بھرپور کوشش کی کہ پیغمبر اسلامؐ کے ذریعہ بنی ہاشم اور عام غریب انسانوں کا اقتدار قائم نہ ہوسکے۔ مگر فتح مکہ کے بعد ان کی آرزوں پر پانی پھر گیا اور پیغمبرؐ کارروائی سقیفہ سے پھر ان میں جان پیدا ہوئی۔ خلافت عثمانی میں بنی امیہ سیاسی غلبہ کی وجہ سے سارے اسلامی ملک پر چھائے ہوئے ہیں حضرت علیؑ کی عارضی اور ناگہانی خلافت نے ان کو چونکا دیا کہ اب وہ الکشن و سلکشن یا بیعت عامہ کے ذریعہ فرنڈم کے جھگڑوں میں نہ پڑیں۔ یزید کی ولیعہدی کی مخالفت کرنے والوں کو عبرت ناک سزائیں دی گئیں اور موافقت کرنے والوں کو انعامات سے نوازا گیا۔ غرض کہ ۶۰ھ میں امیر شام (معاویہ) کا انتقال ہوگیا اور یزید بادشاہ وقت قرار پایا۔ اس کے صلاح کار مروان جس کو رسول خداؐ عرب سے جلاوطن کر چکے تھے، اسی کے صلاح ومشورہ پر یزید اور باقی مقتولین بدر کے وارث اس بات پر متفق ہوئے کہ ہمیشہ کے لئے یہ خطرہ ختم کر دیا جائے کہ بنی ہاشم واہل بیتؑ رسولؐ مقابلہ پر آسکیں۔ اس وقت خاندان رسالت کا قیام مدینہ منورہ میں تھا۔ مدینہ کے گورنر ولید بن عتبہ کو یزید نے حکم بھیجا کہ حسینؑ سے ہماری اطاعت کا عہد لو اور اگر انکار کریں تو سر کاٹ لو

حضرت حسینؑ اپنے رفقاء اور افراد خاندان کے ساتھ مکہ چلے گئے، حج کا موسم تھا کہ آپ کو اطلاع ملی کہ شامی قاتل حاجیوں کے بھیس میں بھیجے گئے ہیں جو حالت طواف میں حجت اللہ حضرت حسینؑ کو قتل کر دیں گے۔ دوسری طرف کوفہ سے ڈیڑھ سو خطوط آ چکے تھے جن میں یزیدی حکومت سے بیزاری اور امام حسینؑ سے مدد کی التجا کی گئی تھی۔ چونکہ کوفہ حضرت علیؑ کا دارالخلافہ رہ چکا تھا کوفہ کے لوگ مومنین کے طرز معاشرت، ایمانی جوش، زہد و تقدس، جذبۂ ملی، انسانی خدمت اور احکام خدا کی پیروی کے طور طریقے دیکھ چکے تھے۔ اب جو یزیدی اور اموی حکومت کے شکنجے میں کسے گئے تو چیخ اٹھے اور حسینؑ کے علاوہ ان کی رہنمائی کون کرتا، یہی سب کچھ سوچ کر وہ حسین علیہ السلام کی راہ تکنے لگے۔ ادھر حسینؑ مکہ سے چلے، ادھر یزید کا نیا گورنر عبیداللہ ابن زیاد کوفہ میں وارد ہوا۔ اس نے آتے ہی قیامت برپا کر دی۔ اشراف کوفہ کو قتل کیا اور بہتوں کو قید و بند میں ڈال دیا۔ اس نے پورے علاقہ میں مارشل لا لگا دیا کہ حسینؑ کا چھوٹا سا قافلہ زمین کربلا پر وارد ہوا۔ عمر ابن سعد، شمر ذی الجوشن وغیرہ سرداران فوج یزید نے گھیرا ڈالنا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ محرم ۶۱ھ کا ہے۔ سات محرم کو دریائے فرات کا پانی بند کر دیا گیا۔ گھاٹ پر یزیدی لشکر نے پہرہ قائم کر دیا۔ اصحاب و اعزائے حسینؑ پر پانی بند کر دیا گیا۔ ریگستانی کربلا میں دھوپ کی شدت اور بے برگ و بار میدان میں حسینؑ کے خیمے نصب تھے۔ بچے بھوک و پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ بوڑھے نصرت خدا کے طلب گار آسمان کی طرف نظریں جمائے **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھ رہے تھے کہ شب عاشور آئی۔ رات بھر عبادت کی گئی۔ صبح سے صفیں ترتیب دے کر میرے آقا میرے مولا حسینؑ کفار قریش کا بدلہ لینے والے لشکر سے جو بدر کے مقتولین کی ذریت تھا اس طرح لڑے کہ آج تک دنیا انگشت بدنداں ہے کہ بہتر بھوکے پیاسے انسان (جن میں بوڑھے اور خردسال بچے بھی شامل تھے) تیس ہزار سیر و سیراب لشکر جرار سے فجر سے لے کر عصر تک کیسے لڑتے رہے۔ اصحاب شہید ہوئے۔ بھائی شہید ہوئے، بھتیجے شہید ہوئے، بھانجوں نے جام شہادت پیا، بیٹے کام آئے، معصوم علی اصغرؑ نے ننھے گلے پر تیر کھایا، حسینؑ گھوڑے سے فرش زمین پر گرے۔ لعینوں نے سر کاٹے۔ لاشے خراب کئے، معصوم بچیوں کے زیور چھینے۔ بڑی بوڑھیوں کے سروں سے چادریں اتاریں۔ غرضکہ بدر کا بدلہ لشکر یزیدی کے مسلمان سپاہیوں نے خوب چکایا۔ اب لوگوں کا خیال تھا کہ دشمنان اہل بیتؑ کے دلوں میں خاندان پیغمبرؐ کو تباہ و برباد کر کے ٹھنڈک پڑ گئی ہو گی مگر سنو کہ آج ۱۳۹۷ھ ہونے کو آیا مگر دشمنی اہل بیتؑ رسولؐ کا جذبہ سرد نہ ہو سکا۔

چہ خوش گفتند شخصے ایں لطیفہ
که کشتہ شد حسینؑ اندر سقیفہ

فی الحقیقیت کارروائی سقیفہ نے وہ رخنہ ڈالا کہ آج تک مسلمان متحد نہ ہو سکا اور اصل محور سے ہٹ کر بہتر علٰحدہ علٰحدہ دائروں میں گردش کر رہا ہے اور آج بھی مرجع درود و سلام آل رسولؐ کو ماننے پر تیار نہیں ہے حیف صد حیف!!

اے وہ لوگ! جو علیؑ و فاطمہؑ علیہم السلام کو اور باقی ائمہؑ طاہرین کو مرجع درود و سلام نہیں سمجھتے بلکہ آل ابراہیم و آل فرعون کی مثال دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہو کہ پیروان (فالوورس) کو آل کہتے ہیں۔ سن لو! کہ اگر بقول تمہارے اولاد گوشت و خون اور ہڈی کی بنا پر آل نہیں ہے۔ تو بھی تمہاری بات کہاں بنتی ہے؟ فتح تو اب بھی ہماری ہے۔ آل کی غلط تاویل کرنے والو سنو اور غور کرو!! ہم پیروان **محمد و علی و فاطمہؑ و حسنین علیهم السلام آل محمد** ہیں کہ تم پیروان سقیفہ و جمل و صفین و نہروان ہو۔ تمہارا ملجا و ماویٰ قریش خناس ہے اور ہمارا محمدؐ الرسول اللہ کی وحی!

اللھم صل علی محمد و آل محمد

(سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۲۰۸/ ۵/ اکتوبر ۱۹۷۶ء)

❁❁❁